حضرت کعب احبارؒ کا قبول اسلام

ایک علمی و تحقیقی جائزہ

☆ ڈاکٹر عبدالرشید رحمت

حضرت کعب احبار جو تاریخ و سیرت کی کتابوں میں ایک تابعی کی حیثیت سے معروف ہیں، قبول اسلام سے پہلے ایک مشہور یہودی عالم تھے، اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ نے سیدنا عمرؓ بن الخطاب کے دور خلافت میں (۱۳ھ ر ۶۳۴ء - ۲۳ھ - ۶۴۴ء) اسلام قبول کیا- ان کی تاریخ پیدائش و عمر کے حوالہ سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ عہد رسالت میں بھی اسلام لا سکتے تھے، آخر ایسا کیوں ہوا ؟

اس سلسلہ میں رجال کی کتابیں بھی کچھ زیادہ مدد گار ثابت نہیں ہوتیں- دور حاضر کے ایک یہودی مستشرق موسی برلیمان (Moshe Perlmann) نے کچھ عرصہ قبل دو مختلف جرائد میں دو مخطوط شائع کئے تھے جو اس گتھی کو سلجھانے میں کافی حد تک ممد و معاون ہوسکتے ہیں، اگرچہ مستشرق مذکور نے ان مخطوط میں مذکور واقعہ کو (Legend) کہہ کر اس کی اہمیت کم کرنے کی کوشش کی، لیکن اگر کعب احبار کے قبول اسلام سے متعلق ان مخطوط کا بنظر غائر مطالعہ کرنے کے بعد قرآن و سنت کی روشنی میں ان کا جائزہ لیا جائے تو مستشرق مذکور کا یہ دعوی قطعی طور پر غلط ثابت ہوتا ہے-

ذیل میں ہم سب سے پہلے ان متون (Text) کا اردو ترجمہ پیش کر رہے ہیں جو اس سلسلہ کی اردو زبان میں پہلی کوشش ہے، آخر میں ان پر تنقید و تبصرہ ہوگا-

یہاں یہ امر قابل غور ہے کہ کسی واقعہ کو محض (Legend) کہہ دینا کافی نہیں جب تک کہ دلائل کی روشنی میں اس کو ثابت نہ کیا جائے، موسی برلیمان نے اس کی تردید میں کچھ نہیں لکھا- ہم دلائل کی روشنی میں یہ ثابت کریں گے کہ یہ واقعہ فرضی نہ تھا- یہاں یہ امر بھی حیران کن ہے کہ آخر ہمارے مفسرین، مورخین اور تذکرہ نگاروں سے یہ حقائق اب تک کیوں پوشیدہ رہے، ایک دو کو چھوڑ کر کسی نے بھی اس طرف کوئی اشارہ نہیں کیا، اگر اس امر کا بنظر غائر لیا جائے تو اس امر کی تصدیق ہوتی ہے کہ یہود و نصاری نے کس طرح رسول عربی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی آمد کی پیشین گوئیوں کو اپنے مذہبی لٹریچر سے

☆ ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور

حذف کر دیا اور اسے ہمیشہ کے لیے ضائع کر دیا' **یحرفون الکلم عن مواضعہ** (۴۶:۴)

نیز اس سے قرآن کریم کی اس آیت کی تصدیق ہوتی ہے **یعرفونہ کما یعرفون ابنائھم** ۲ : ۱۴۶' کہ علماء یہود و نصاری پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اس طرح جانتے ہیں جس طرح کوئی شخص اپنے بیٹے کو پہچاننے میں ذرا بھر تامل نہیں کرسکتا' تبصرہ میں ان آیات کی روشنی میں ان متون کا جائزہ پیش کیا جائے گا جس کے بعد یہ حقیقت واضح ہو سکے گی کہ مذکورہ واقعہ کس حد تک (Legend) ہے ان دو مخطوط میں سے پہلا مخطوطہ (ا) جو زیادہ طویل ہے برٹش میوزیم لندن میں (Or 9737 - 132 b 138 a) محفوظ ہے اس کا عنوان " قصۃ اسلام کعب الاحبار " ہے- اس کے کاتب شیخ احمد ہیں جنہوں نے اسے بدھ کے روز ربیع الثانی کے آخری دنوں میں ۱۰۴۰ھ ر ۱۶۳۰ء میں لکھا' کاتب کے بارہ میں یہ معلوم کرنا از حد مشکل ہے کہ وہ کہاں کہ رہنے والے تھے اور ان کا علمی و دینی کیا مقام تھا- دوسرا قاہرہ کے کیٹلاگ نمبر۴۴۲ vii پر موجود ہے اس کا عنوان "رسالہ فی سبب اسلام کعب الاحبار" ہے- یہ صرف چھ صفحات پر مشتمل ہے ہر صفحہ پر تیرہ سطریں ہیں-

ہم نے اردو ترجمہ میں برٹش میوزیم والے مخطوط کو بطور متن پیش کیا ہے اور دوسرا مخطوط جو قاہرہ سے لیا گیا ہے جہاں جہاں اس سے اختلاف کرتا ہے اسے حواشی میں درج کر دیا ہے' (باللہ التوفیق)

(اردو ترجمہ)

حضرت کعب احبارؒ کہتے ہیں :-

میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مسجد (نبوی) میں بیٹھا لوگوں کو وعظ و نصیحت کر رہا تھا اور یہ حضرت عمر بن الخطاب کی خلافت کا زمانہ تھا' میں نے سامعین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ایک حدیث سنائی جس پر حاضرین نے آہ و زاری شروع کر دی اور یہ بالکل اس دن کی کیفیت کا سماں پیش کر رہا تھا جس دن آپؐ اس دنیا سے تشریف لے گئے تھے-

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے ملازم سے پوچھا :-

"ارے یہ کیا ہو رہا ہے"

ملازم نے جواب دیا :- "اے امیرالمومنین ! کعب احبار (رحمتہ اللہ علیہ) مسجد نبوی میں لوگوں کو وعظ و نصیحت کر رہے ہیں"

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا : آؤ ادھر چلتے ہیں۔
چنانچہ دونوں چل پڑے اور مسجد نبوی کے دروازے سے اندر آئے۔ (ا)
جب مسلمانوں نے انہیں اپنی طرف آتے دیکھا' تو ادب سے اپنے سر نیچے کر لیے یہ سب کچھ ان کی عظمت و حیاء کی وجہ سے تھا' حضرت عمرؓ حضرت کعبؓ کے سامنے آ کھڑے ہوئے اور کہا :۔
" اے کعب' آپ کو شرم کرنی چاہئے' آپ حال ہی میں اسلام لائے ہیں اور فوراً مسجد نبوی میں بیٹھ کر لوگوں کو وعظ و نصیحت شروع کر دی"۔
اس پر کعبؓ نے کہا :۔
"اے امیرالمومنین ! میں آپ کو محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اس حق کا واسطہ دے کر (جو آپ پر ہے) یہ کہوں گا' کہ آپ میرے بارہ میں فیصلہ کرنے میں جلدی نہ کریں اور مجھ سے علوم (سابقہ) کے حوالہ سے جو چاہیں پوچھ سکتے ہیں' اگر میں اس کا اہل ثابت ہوا (تو فبہا) ورنہ آپ اپنی مرضی کے مطابق

ا - قاہرہ والے مخطوط میں یہ واقعہ حذیفۃ الیمانی کے توسط سے رپوٹ کیا گیا ہے جس کا پس منظر کچھ یوں ہے:
"کہ ایک دن حضرت عمرؓ مسجد (نبوی) میں موجود تھے کہ حضرت کعب احبارؓ اندر آئے اور آتے ہی یہ کہا: "اے نبوت کے گھرانے کے افراد اور معدن رسالت کے خوشہ چین آپ سب پر سلامتی ہو۔ آپ میں سے کون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ امیرالمومنین عمرؓ بن الخطاب ہیں"
اس پر حضرت عبداللہؓ بن عباس ان کی طرف آئے اور انہیں کہا :
"محراب مسجد کی جانب ذرا آگے بڑھئے' وہ دیکھئے خلیفہ رسولؐ عمرؓ بن الخطاب تشریف فرما ہیں"۔
حضرت کعب احبارؓ ان کی طرف آئے اور انہیں کہا:
"اے امیرالمومنین آپ پر سلامتی ہو"
حضرت عمرؓ نے وعلیک السلام کہا (اور مزید کہا) میرے خیال میں آپ کعب احبارؓ ہیں۔ آپ کے بارے میں ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ بتایا تھا۔
حضرت کعبؓ نے جواب دیا : "اے عمرؓ ہاں میں وہی ہوں"
اس پر حضرت عمرؓ نے کہا : "میں اس رب کریم کے واسطہ سے جس نے آپ کو دین اسلام کی راہ دکھائی یہ سوال کرتا ہوں کہ کیا آپ ہمیں اپنے اسلام لانے کی وجہ بیان کرسکتے ہیں؟"

میرے ساتھ جو چاہیں سلوک کرسکتے ہیں-

اس پر حضرت عمرؓ نے پوچھا: "اے کعب یہ بتاؤ کہ لوگ (مسلمان) کن اعمال کی بدولت جنت میں جاسکیں گے"

حضرت کعبؓ نے جواب دیا:-

"اے امیرالمومنین :- " دو عادات کی بدولت"

حضرت عمرؓ نے پوچھا:-

" وہ کونسی ہیں "

حضرت کعبؓ نے جواب دیا :-

"۱ - پہلی تو رب تعالے کا یہ فرمان "واما من خاف مقام ربه ونهى النفس عن الهوى فان الجنة هى المأوى" ۷۹ : ۴۱ - ۴۰

"۲ - آپ اپنے (مسلمان) بھائی کے لیے وہی کچھ پسند کریں جو اپنی ذات کے لیے پسند کرتے ہیں'

اس کی دلیل پیغمبر علیہ السلام کی وہ حدیث جس میں آپ نے فرمایا:-

"تم میں سے کسی کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی لیے وہی کچھ پسند کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے"- (صحیح بخاری' کتاب الایمان ج ۱' ص ۵۷)

اس پر حضرت عمرؓ نے کہا "آپ نے سچ کہا' اچھا یہ بتاؤ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر کتنے حق ہیں"

حضرت کعبؓ نے جواب دیا "اے امیرالمومنین یہ چھ ہیں-

۱ - اگر وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے-

۲ - اگر وہ مرجائے تو جنازہ میں اس کی مشایعت کرے-

۳ - اگر چھینک آئے اور وہ الحمدللہ کہے تو اس کی چھینک کا جواب دے-

۴ - اگر راستہ میں ملاقات ہو تو اسے سلام کہے-

۵ - اگر وہ اس سے مشورہ مانگے تو اسے اچھا مشورہ دے-

٦ - اور اگر وہ اسے دعوت پر بلائے تو اس کی دعوت پر لبیک کہے- (٢) (جامع ترمذی' ابواب الاداب ج ٢' ص ٩٨)

اس پر حضرت عمرؓ نے کہا :- "اے کعبؓ تو نے سچ کہا' اچھا یہ بتاؤ کہ کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دور حیات میں زندہ تھے ؟"

کعبؓ نے کہا "جی ہاں"

اور اسی طرح آپ حضرت ابوبکر کے دور خلافت میں بھی زندہ تھے"

انہوں نے کہا "جی ہاں"

حضرت عمرؓ نے مزید پوچھا "بتاؤ آپ کیوں ان کے ہاتھوں مشرف باسلام نہ ہوسکے اور اب میرے ہاتھ پر اسلام لا رہے ہیں" ؟

اس پر حضرت کعبؓ نے کہا

"اے امیرالمومنینؓ میرے (اسلام لانے) کی کہانی بڑی عجیب ہے' یہ کچھ اس طرح سے ہے (٣) کہ

---

٢ - حضرت کعب احبارؓ کے ان جوابات سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ آپ واقعی علوم الاولین سے پوری طرح آگاہ تھے- جس شخص نے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار نہ کی اور آپ کی مرویہ احادیث ٹھیک ٹھیک نقل کئے جارہا ہے' حد درجہ حیران کن ہے-

٣ - اس مخطوط میں یہ کہانی کچھ اس طرح بیان کی گئی ہے:

کہ میں (کعبؓ احبار) جن دنوں دین یہودیت کا پیروکار تھا' ان دنوں کسی یہودی عالم کی خدمت میں مصروف تھا' اس سے میں نے تورات بھی پڑھی تھی اور اسے یاد کر رکھا تھا- مجھے دوران مطالعہ تورات کی دس سطریں ایسی ملیں جنہیں (علماء) یہود نے مٹا دیا تھا تاکہ اس طرح ان کا مسئلہ زیادہ مشہور نہ ہونے پائے- میں نے اس یہودی عالم کی مسلسل چار سال تک خدمت کی تھی- جب اس کی وفات کا وقت آیا تو میں اس کے سرہانے بیٹھا تھا' اس سے مخاطب ہوکر کہا:

"کیا میں نے آپ کی خدمت کر کے آپ کو آرام و سکون نہیں دیا؟"

اس نے جواب دیا:

"ہاں دیا ہے"

دین اسلام کے تعارف سے کچھ عرصہ پہلے میں نے ۸۸ کتابیں گذشتہ علوم کی پڑھ لیں تھیں- ان کتابوں کا کوئی حصہ نہ تو مٹا ہوا دیکھا اور نہ ہی ان میں کوئی (تحریف) پائی جاتی تھی- ایک دن تورات کا مطالعہ کر رہا تھا کہ اس کی دس سطریں مٹی ہوئی نظر آئیں یا یوں محسوس ہوا کہ انہیں مٹا کر کچھ اور لکھ دیا گیا ہے- میں نے اس سلسلہ میں خیبر و نجران کے علماء یہود سے پوچھا' لیکن کوئی شخص اس بارہ میں کچھ نہ بتا سکا' اس کے بعد میں نے انجیل کا مطالعہ کیا تو جتنا حصہ تورات کا مٹا ہوا دیکھا تھا اتنا ہی انجیل میں موجود نہ تھا- اس پر

اس پر میں نے اسے کہا: "کیا میں نے آج تک آپ کے سامنے ان کا کوئی بدلہ یا کوئی ذاتی ضرورت پیش کی"

اس نے کہا: "نہیں' آپ کی اتنی وضاحت کافی ہے"

میں نے اس سے کہا: "مجھے آپ سے ایک کام ہے"

اس پر اس نے مجھے کہا: "اے کعب کون سا کام؟"

میں نے اس سے کہا: "کہ میں نے توریت پڑھ رکھی ہے اور میں اس کا ایک ایک حرف اور سطر یاد کرچکا ہوں لیکن اس میں دس سطریں نہ مل سکیں (ایسا معلوم ہوتا ہے) کہ وہ اپنی جگہ سے مٹا دی گئی ہیں اور اب میں اس امر کی آپ سے وضاحت چاہوں گا"

اس پر وہ غصہ سے لرزنے لگا اور اس کے چہرے کا رنگ تبدیل ہوگیا- اس نے کہا:

"تو نے مجھ سے ایک ایسی بات پوچھی ہے' خدا کی قسم میں تجھے نہ بتا سکوں گا' میں تم سے خوفزدہ ہوں' البتہ جونہی میں مرجاؤں' تو فلاں عالم (یہود) کے پاس چلے جانا' وہ اس سلسلہ میں مجھ سے زیادہ جانتا ہے- کعب کہتے ہیں' وہ یہودی تو مرگیا' (خدا کی رحمت سے دور ہو)

اس کے بعد میں اس عالم کی طرف چل پڑا جس کا اس نے مجھ سے ذکر کیا تھا' میں نے اس کی بھی دس سال خدمت کی' جب اس کے مرنے کا وقت آیا' تو میں نے اس سے بھی وہی کچھ پوچھا جس طرح میں پہلے یہودی عالم سے پوچھ چکا تھا- اس نے مجھے کہا:

مجھے یہ ڈر ہے کہ جب میں تجھے بتاؤں گا تو تو محمدؐ بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دین اپنا لے گا'

میں نے اسے جواب دیا: "میں اللہ تعالی سے اس کی پناہ مانگتا ہوں"

اس نے تورات اٹھائی اور مجھ سے مخاطب ہوکر کہا:

"میرے سامنے اس پر قسم اٹھاؤ کہ اس کے بعد تم دین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اختیار نہ کرو گے"

میں نے تورات پر قسم کھالی' اس پر اس نے وہ دس سطریں زبانی دہرا دیں-

میں نے عیسائی علماء سے اس کا سبب پوچھا تو ان سب نے کہا "تمہیں اس سلسلہ میں لکام پہاڑی میں مقیم پادری بلحیاء ہی کچھ بتا سکتا ہے۔

کعب احبارؓ کہتے ہیں کہ اے امیر المومنین میں نے اپنا زاد سفر باندھا اور اپنی سواری پر تیزی سے چل پڑا اور اس پہاڑ تک جا پہنچا' چلتے چلتے مجھے وہ خانقاہ (دیر) مل گئی۔ پہلے اس کا دروازہ کھٹکھٹایا' دروازہ پر اس کے کچھ شاگرد آئے اور مجھ سے کہنے لگے :۔

"تم کون ہو" ؟

میں نے جواباً کہا:۔

"میں نے کچھ معلومات لینی ہیں' اس لیے تمہارے استاد کے پاس آیا ہوں' اندر سے اجازت لاؤ کہ میں اندر آ سکوں۔

اس کے شاگردوں نے استاد سے اجازت لی' میں فوراً اندر چلا گیا' پہلے سلام کیا' پادری نے سلام کا جواب دیا' اور مجھ سے پوچھا:

"کہاں سے آ رہے ہو" ؟

میں نے جواب دیا "سرزمین حجاز سے آ رہا ہوں"

اس نے میرا نام پوچھا! میں نے اپنا نام اس کو کعب بتایا' اس پر اس نے پھر پوچھا:

"یہاں کس لیے آئے ہو" ؟

اس پر میں نے کہا "محترم پادری صاحب سنو! میں گذشتہ علوم کی تقریباً ۸۸ کتابیں پڑھ چکا ہوں' مجھے ان کتابوں کا کوئی حصہ ایسا نہ ملا جسے مٹایا گیا ہو یا اسے تبدیل کر دیا گیا ہو' البتہ جب توریت کا مطالعہ کیا تو اس کی دس سطریں مٹی ہوئی نظر آئیں یا انہیں تبدیل کر دیا گیا ہے میں نے اس سلسلہ میں خیبر و نجران کے علماء یہود سے پوچھا' ان میں سے کوئی ایک بھی مجھے اس بارہ میں کچھ نہ بتا سکا اس پر میں نے انجیل کا مطالعہ کیا' چنانچہ جتنا حصہ تورات میں مٹا ہوا دیکھا تھا ویسے ہی انجیل میں تھا' اس لیے عیسائی علماء سے رجوع کیا۔ ان سب نے یہ کہا کہ اس سلسلہ میں مجھے لکام پہاڑ میں رہنے والے پادری ہی کچھ بتا سکتے ہیں جنہیں بلحیاء کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ چنانچہ میں نے اس وقت زاد سفر لیا اور سواری کے ذریعہ تیزی سے چلتا ہوا آپ تک آ پہنچا ہوں اور اب آپ کے سامنے بیٹھا ہوں'

کعبؓ کہتے ہیں "میں نے حلفیہ کہا' آپ مجھے اس بارہ میں ضرور (کچھ) بتلایئے ؟

پادری نے جواب دیا "اے کعبؓ صرف ایک شرط پر"

میں نے پوچھا "آپ کی کیا شرط ہے"

اس نے کہا :- "میں تمہیں (یہ سب کچھ اس وقت تک نہ بتلاؤں گا جب تک تم مجھ سے یہ وعدہ نہ کرو کہ جب میں تمہیں وہ بتلاؤں تو تم دین اسلام قبول نہ کرو گے"

کعبؓ مزید کہتے ہیں "اے امیرالمومنین! میں نے پادری مذکور کو وہ حلف دے دیا"

پادری نے کہا :- "سنو! تورات و انجیل کے وہ کلمات جنہیں حذف کر دیا گیا ان میں سے پہلا کلمہ (۴) یہ ہے-

۱ - ومن یرغب عن ملته ابراهیم الا من سفه نفسه ولقد اصطفیناه فی الدنیا وانه فی الاخره لمن الصالحین' اذ قال له ربه اسلم قال اسلمت لرب العالمین ۲۰ : ۱۲۴

میں نے (کعب) نے کہا' "آپ نے سچ کہا' اچھا تو دوسری کیا ہے"

پادری نے کہا "دوسری سطر(۵) یہ ہے :-

ام کنتم شهداء اذ حضر یعقوب الموت اذ قال لبنیه ما تعبدون من بعدی قالوا نعبد الهک واله ابائک ابراهیم و اسماعیل و اسحاق الها واحد ونحن له مسلمون" ۲ : ۲۷

میں نے (کعبؓ) نے کہا :- "آپ نے سچ کہا' (۶) اب تیسری کیا ہے ؟

اس نے کہا :- "تیسرا کلمہ رب تعالے کا وہ قول "قولو امنا بالله وما انزل الینا وما انزل الی ابراهیم و اسماعیل و اسحاق و یعقوب والاسباط وما اوتی موسی و عیسی وما اوتی النبیون من ربهم لا نفرق بین احد منهم ونحن له مسلمون" ۲ : ۱۳۰

میں نے (کعبؓ) نے کہا :- "آپ نے سچ کہا تو چوتھی (۷) سطر کیا تھی" ؟

---

۴ - اس مخطوط میں پہلی سطر یہ آیت دی گئی ہے: و وصی بها ابراهیم بنیه و یعقوب یا بنی ان الله اصطفی لکم الدین فلا تموتن الا وانتم مسلمون- ۲ - ۱۲۶

۵ - اس جگہ روایت میں کوئی اختلاف نہیں-

۶ - قاہرہ مخطوط میں تیسری سطر یہ ہے : " ماکان ابراهیم یهودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفا مسلما وما کان من المشرکین" ۳ : ۶۰-

۷- اس مخطوط میں چوتھی سطر' افغیر دین الله یبغون وله اسلم من فی السموت والارض طوعا و کرها والیه یرجعون" ۳ : ۷۷-

پادری نے کہا :۔ چوتھی سطر رب تعالے کا یہ قول "شہد اللہ انہ لا الہ الا ھو والملائکتہ واولو العلم قائما بالقسط لا الہ الا ھو العزیز الحکیم ان الدین عنداللہ الاسلام" ۳ : ۱۸ - ۱۷

میں نے کہا :۔ "آپ نے سچ کہا تو پانچویں سطر (۸) کونسی ہے ؟

کہنے لگا پانچویں سطر رب تعالے کا یہ فرمان قل ان صلاتی ونسکی و محیلی ومماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ وبذلک امرت وانا اول المسلمین" ۶ : ۱۶۳

میں نے کہا آپ نے سچ کہا "اچھا بتاؤ تو چھٹی (۹) کیا ہے" ؟

پادری نے کہا چھٹی سطر رب تعالے کا یہ قول قالت الاعراب امنا قل لن تومنوا ولکن قولوا سلمنا ۴۹ : ۱۴

میں نے کہا آپ نے سچ کہا تو ساتویں سطر کیا ہے ؟

پادری نے جواب دیا میں آپ کو ساتویں سطر اس وقت تک نہ بتاؤں گا جب تک تم مجھ سے ایک دفعہ پھر یہ وعدہ نہ کر لو کہ تم دین اسلام قبول نہ کرو گے۔

کعبؓ کہتے ہیں "کہ اے امیر المومنین' میں نے انہیں وہ وعدہ دے دیا حالانکہ میرے دل میں اس قسم کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

پادری نے کہا :۔ سنو! ساتویں آیت (۱۰) رب تعالے کا یہ قول ہے۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا ۵ : ۵

میں نے کہا آپ نے سچ کہا اب آٹھویں کیا ہے۔ (۱۱)

پادری نے کہا ذات باری تعالے کا یہ قول ہے :۔

---

۸ - یہاں یہ آیت مذکور ہے : ومن یتبغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الأخرۃ من الخاسرین" ۳۰ : ۷۹۔

۹ - اس مخطوط میں چھٹی سطر یہ دی گئی ہے' یا ایھا الذین امنوا اتقو اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون" ۳ : ۹۷

۱۰ - یہاں یہ آیت درج ہے : " قل اننی ھدانی ربی الی صراط مستقیم دینا قیما ملتہ ابراھیم حنیفا وما کان من المشرکین" ۶ : ۱۶۲

۱۱ - اس مخطوط میں پہلے کا ساتواں نمبر درج ہے۔

ربما یود الذین کفروا لو کانوا مسلمین ۱۵ : ۲

میں نے کہا آپ نے سچ کہا اب نویں (۱۲) آیت بھی بتلاؤ

اس نے کہا نویں آیت رب تعالے کا یہ فرمان ومن یتبغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الاخرۃ من الخاسرین ۳ : ۷۹

میں نے کہا : آپ نے سچ کہا' اب دسویں بھی بتلا دو۔

پادری نے کہا : دسویں آیت تجھے اس وقت تک نہ بتاؤں گا جب تک تم تیسری بار مجھے یہ وعدہ نہ کرو کہ تم دین اسلام میں داخل نہ ہوگے۔

کعب احبارؒ کہتے ہیں' اے امیر المومنین میں نے اسے یہ وعدہ تیسری بار بھی دے دیا جب کہ یہ سب کچھ میرے دل کی آواز نہ تھی۔

اس نے کہا سنو! دسواں کلمہ رب تعالے کا یہ فرمان ہے۔ (۱۳)

یایھا الذین امنو اتقو اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون" ۳ : ۹۷

اس پر میں نے کہا: اے پادری آپ نے سچ فرمایا ہے

میں (کعب) اس وقت اور اسی گھڑی وہاں سے چل دیا اور بڑی تیز رفتاری سے چلتا رہا اور آپ کے پاس آ پہنچا اور آپ کے دست حق پرست پر بیعت کرلی' کیونکہ مجھے اس بات کا ڈر تھا کہ کہیں مجھے موت نہ آ جائے اور میں اسلام کے علاوہ کسی دوسرے دین پر جان دے دوں۔ (۱۴)

---

۱۲ - اس مخطوط میں نویں آیت یہ ہے: "و ماجعل علیکم فی الدین من حرج ملتہ ابیکم ابراھیم ھو سما کم المسلمین من قبل" ۲۲ : ۷۷ البتہ پہلے مخطوط کا نواں نمبر اس مخطوط کا پانچواں نمبر ہے۔

۱۳ - اس مخطوط میں یہ واقعہ کچھ اس طرح بیان کیا گیا ہے' کہ اس نے آخری مرتبہ حلف لینے کے بعد زمین پر کچھ لکھا: جب میں نے وہ تحریر پڑھی وہ کچھ یوں تھی' لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ ان الدین عند اللہ الا سلام ۲ : ۱۵ قاہرہ کے مخطوط میں اوپر والے دسویں نمبر کا چھٹا نمبر ہے۔

۱۴ - اس مخطوط میں کعب کا اس پادری سے جانا مذکور نہیں' بلکہ کعبؒ احبار نے اسی وقت اس یہودی عالم کو کہا: "کہ تم ان دس آیات پر عمل کیوں نہیں کرتے' اور تم نے کس وجہ سے انہیں مٹایا اور ان کی شکلیں بھی بدل دیں۔" یہ سن کر یہودی عالم چپ رہا اور اس کا (چہرہ کا) رنگ بدلنے لگا۔ کعبؒ نے فورا" کہا : "میں اس امر کی گواہی دیتا ہوں کہ اس کائنات کا رب صرف اللہ تعالی ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ

میرے اسلام لانے کی اطلاع پادری بلخیاء تک پہنچ گئی تو اس نے میری جانب ایک قاصد بھیجا جس میں اس نے لکھا تھا

"او وعدہ شکن! کیا تونے مجھ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ تو اسلام قبول نہ کرے گا"

کعب کہتے ہیں کہ میں اس قاصد کو جو پادری کے ہاں سے آیا تھا سے کہا:۔

"پادری بلخیاء نے تجھے میرے پاس آنے کی کتنی رقم ادا کی تھی" ؟

اس نے جواب دیا " دس دینار "

میں (کعب) نے کہا:۔ لو یہ ۲۰ دینار ہیں' اس پادری کے ہاں واپس جاؤ' جب وہ تجھ سے پوچھنے لگے کہ تجھے کعب احبار نے کیا کہا تھا تو اسے یوں کہنا

"اے پادری! تجھ سے کعب کہہ رہے تھے کہ تجھے رب عظیم کی قسم' اور موسیٰ کلیم اللہ کی قسم' اور سات بلند مرتبہ آیات کی قسم (۱۵) بچھائی ہوئی زمین کی قسم (۱۶)' اس پیغام کی قسم جو کوہ طور پر اترا (۱۷) اور کتاب میں درج ہے' کیا تم نے اپنی الہامی کتابوں میں محمد علیہ السلام کی بعثت مقدسہ کو دین اسلام کی قبولیت سے وابستہ نہ پایا تھا۔

اگر وہ "ہاں" کہے تو اس کے قریب ہو جانا' اور اگر وہ "نہیں" کہہ دے تو فوراً دور ہٹ جانا کیونکہ آسمان سے اس وقت آگ اترے گی جو اسے جلا کر بھسم کر دے گی۔

کعبؓ کہتے ہیں' بلخیاء پادری کا وہ قاصد اسی وقت چل پڑا اور اس پہاڑ (لکام) تک جا پہنچا اور پھر اس خانقاہ تک گیا اور اس پادری کا پتہ پوچھا' اسے (قاصد) کو یہ بتایا گیا کہ وہ پادری دامن کوہ جا چکا ہے اور علماء یہود کی ایک جماعت کو وعظ و نصیحت کر رہا ہے۔

کعب کہتے ہیں وہ قاصد وہاں پہنچا اس وقت پادری سونے کی بنی ہوئی کرسی پر فروکش تھا اور اس کے سامنے نو مزید کرسیاں موجود تھیں' جن پر نو علماء یہود براجمان تھے' وہ علماء اس پادری سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے اپنے رب سے مناجات کے سلسلے میں مختلف سوال کر رہے تھے۔

کے رسول ہیں۔

یہ سنتے ہی اس پادری کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں (وہ خدا کی رحمت سے دور ہو) اس طرح میں نے دین (یہودیت) سے ہٹ کر دین اسلام قبول کیا۔ اے امیرالمومنین یہی میرے اسلام قبول کرنے کا سبب ہے۔

قاصد نے پادری کو سلام کیا' اس نے سلام کا جواب دیا' پھر اس نے پوچھا

"کعب احبار نے آپ کو کیا کہا"

قاصد نے کہا:۔

"محترم پادری سنو! کعب احبار کہہ رہے تھے' تجھے اللہ جل شانہ کی قسم' موسیٰ کلیم اللہ کی قسم' سات بلند مرتبہ آیات کی قسم' بچھی ہوئی زمین کی قسم' اور اس پیغام کی قسم جو کوہ طور پر نازل ہوا اور کتاب میں درج ہے' کیا تو نے محمد علیہ السلام کی بعثت کو دین اسلام سے وابستہ نہ پایا تھا۔"

کعب کہتے ہیں! یہ سنتے ہی پادری نے کچھ دیر کے لیے اپنا سر زمین پر جھکا لیا' پھر اپنا سر اٹھایا تو کہا:۔

"میرا اور کعب احبار کا کیا مقابلہ"

قاصد کہتا ہے : کہ پادری نے ابھی اپنی گفتگو مکمل نہ کر پائی تھی کہ آسمان سے ایک آگ اتری اور انہیں ہر طرف سے گھیر لیا' اس پر پادری نے اپنے ارد گرد کے علماء (یہود) کو کہا:۔

"اے علماء (یہود) اور پادریو! تم میں سے جو دین اسلام قبول کرے گا وہ (آج) بچ جائے گا اور جو (آج) اسلام نہ لا سکا' اسے یہ آگ جلا کر راکھ کردے گی' وہ (بڑا) پادری تو اسی وقت اسلام لے آیا۔ اور اس کے ارد گرد کے نو پادری بھی ایمان لے آئے۔ بقیہ علماء و پادری ایمان نہ لا سکے' آگ فوراً ان کی طرف لپکی اور انہیں جلا کر راکھ کر دیا اس روز ان کی تعداد نو سو تھی (بقول کعب) یہ آپ کے دست حق پرست پر میرے اسلام قبول کرنے کی کہانی ہے۔

راوی کہتے ہیں اس پر حضرت عمر نے انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا کہ وہ اب مسجد نبوی میں وعظ و نصیحت کرتے رہیں۔

یہ اس سلسلہ کی آخری گفتگو تھی' سب تعریف پروردگار عالم کے لیے ہے۔

---

۱۵ - یہ اشارہ ہے اس آیت کی طرف " الذین ینقضون عهد الله من بعد میثاقه ویقطعون ما امر الله به ان یوصل ویفسدون فی الارض و اولئک هم الخاسرون ۲ : ۲۷۔

۱۶ - والارض بعد ذلک دحها ۷۱ : ۳

۱۷ - والطور و کتاب مسطور ۵۲ : ۲۱

تبصرہ و تنقید

مذکورہ بالا تفصیلی واقعہ کسی مفسر و مورخ کے ہاں نہیں ملتا' البتہ کتب تاریخ میں کعب کے اسلام لانے کا واقعہ کچھ اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

سعید بن مسیب کا بیان ہے کہ حضرت عباسؓ نے کعب کے اسلام لانے کے بعد ان سے پوچھا "کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانہ میں قبول اسلام سے تمھارے لیے کیا چیز مانع تھی کہ اب حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اسلام لائے ہو"

انہوں نے جواب دیا

"کہ میرے والد نے مجھ کو توریت سے ایک تحریر لکھ کر دی اور ہدایت کر دی تھی کہ اس پر عمل کرنا اور اپنی جملہ مذہبی کتابوں پر مہر لگا کر حق ابوت کا واسطہ دلا کر مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ مہر کو کبھی نہ توڑنا' اس لیے میں نے اس کو نہیں توڑا اور والد جو تحریر دے گئے تھے اس کے مطابق عمل کرتا رہا' جب اسلام کی اشاعت اور اس کا غلبہ ہونے لگا اور کسی قسم کا خوف باقی نہ رہا' اس وقت میں نے دل میں خیال کیا کہ معلوم ہوتا ہے کہ مجھ سے میرے والد نے کچھ علم چھپایا ہے' مجھے ان کتابوں کو کھول کر دیکھنا چاہیے چنانچہ میں نے مہر توڑ کر وہ کتابیں پڑھیں تو ان میں محمد علیہ السلام اور ان کی امت کے اوصاف نظر آئے' اس وقت مجھ پر اصل حقیقت روشن ہوئی اس لیے اب آکر میں مسلمان ہوا"

قبول اسلام کے بعد وہ آنحضور علیہ السلام کے چچا حضرت عباسؓ کے حلیف بن گئے تھے۔ چنانچہ اسی واقعہ کو علامہ ابن حجر (۳) نے بحوالہ ابن سعد (۴) من و عن نقل کر دیا ہے اور اپنی طرف سے کسی رائے کا اظہار نہیں کیا۔

علامہ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء (۵) میں کعب احبارؒ کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کے اسلام اور ان کی امانت و دیانت کی تصدیق کی' آخر میں آپ نے ھمام کے حوالہ سے ایک واقعہ نقل کیا ہے جو اس سلسلے میں خاصا دلچسپ ہے' ملاحظہ ہو۔

"علماء کی محفل میں ایک روز توریت وغیرہ کا تذکرہ ہو رہا تھا' وہاں سے شہر بن حوشب کا گذر ہوا علماء نے کہا کہ یہ اس سلسلہ میں بہتر معلومات رکھتے ہیں اس پر حوشب یوں کہنے لگے :۔

جب کعب کے مرنے کا وقت آیا تو انہوں نے کہا :۔

کیا آپ میں سے کوئی ایک ایسا شخص ہوگا جس کے ذمہ میں کوئی امانت سپرد کر سکوں؟

ایک شخص نے جواب دیا

"میں اس کام کے لیے حاضر ہوں"

کعب نے اسے ایک کتاب دی اور کہا:

"فلاں دریا کی طرف بذریعہ کشتی سفر کرو' جب فلاں جگہ پہنچنا تو اس کتاب کو وہیں ڈال دینا" وہ شخص کعب کے ہاں سے چلا گیا بعد میں اس نے محسوس کیا کہ اس کتاب میں علم خداوندی درج ہے اور یہ سمجھا کہ اب کعب احبار کا انتقال ہو چکا ہوگا۔

جب وہ شخص کعب احبار کے ہاں واپس آیا تو کعب نے پوچھا

"کیا تونے وہ سب کچھ کیا جو میں نے تجھے کہا تھا' بتاؤ تو وہاں کیا ہوا اور تونے کیا کچھ دیکھا؟ اس شخص نے جواب دیا

"میں نے وہاں کچھ نہیں دیکھا تھا"

چنانچہ کعب احبار اس شخص کا جھوٹ تاڑ گئے اور اسے قسمیں دلاتے رہے اور اس سے وہ کتاب واپس مانگتے رہے' آخر کار اس نے وہ کتاب انہیں واپس کردی۔

کعبؓ نے پھر کہا

"کیا کوئی اس امانت کا حق ادا کر سکتا ہے"؟

ایک اور شخص نے جواب دیا: "میں حاضر ہوں"

چنانچہ وہ شخص اس وقت کشتی پر سوار ہوا جب وہ مقررہ جگہ پر پہنچا اور اس کتاب کو وہاں پھینکنا چاہا تو سمندر کا وہ حصہ پھٹ گیا اور اسے زمین کی تہہ بھی نظر آنے لگی' چنانچہ اس نے اس کتاب کو اس میں ڈال دیا اور واپسی پر کعب کو بھی اس سے مطلع کر دیا۔

کعب نے یہ سن کر کہا

"کہ یہ کتاب درحقیقت توریت تھی اور بالکل اسی حالت میں تھی جیسے اللہ تعالے نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا تھا اس نسخہ میں کوئی تحریف و تبدیلی نہ تھی لیکن مجھے یہ ڈر تھا کہ مسلمان اسے لے کر نہ بیٹھ جائیں' لہٰذا مسلمانوں کو لا الہ الا اللہ پر عمل کرنا چاہئے اور اس کلمہ کی مردوں کو تلقین کرنی چاہئے"(٦)

یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد ذہبیؒ نے اپنے ریمارکس کچھ اس طرح لکھے ہیں

کعب کا یہ کہنا کہ توریت کا یہ نسخہ بالکل درست حالت میں تھا وغیرہ' ان الفاظ کی روشنی میں اگر آج ہم یہ کہیں کہ توریت کے موجودہ نسخوں میں کوئی بھی منزل من اللہ نہیں ہے تو کیا اس کے بعد بھی (یہودی و عیسائی علماء) اسے بطور حجت پیش کر سکیں گے۔

مذکورہ حقائق و واقعات سے درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں۔

۱ - کعب احبار کا قبول اسلام ایک غیر معمولی واقعہ تھا' جو شخص عہد رسالت میں موجود تھا اور سیدنا عمرؓ کے دور خلافت میں اسلام قبول کرتا ہے اس کے پس منظر میں کوئی خاص واقعہ ضرور تھا۔

۲ - علماء یہود و نصاری آنخضرت علیہ السلام کی آمد کی پیشین گوئی کو حذف کرنے کے لیے نہ صرف توریت و انجیل میں تحریف کے مرتکب ہوئے بلکہ انہیں ہمیشہ کے لیے ضائع کر دیا۔

۳ - کعب احبار کے اسلام لانے کے واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ علماء یہود اپنی مقدس کتابوں کے حافظ ہوا کرتے تھے۔ ہمارے خیال میں جب انہوں نے اللہ تعالے کے کلام کو ضائع کر دیا تو اس کی وجہ سے آج دنیا میں کوئی یہودی و عیسائی اپنی کتب مقدسہ کا حافظ نہیں۔ ایک سطر پڑھنے کے لے بھی تحریر کا محتاج ہوتا ہے۔

مذکورہ حقائق کی روشنی میں ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں (اس کی تائید دور جدید کے نقادان بائبل بھی کر رہے ہیں) کہ عہد نامہ قدیم و جدید انسانی ذہن کے اختراع ہیں مفسرین قرآن و محققین اسلام کی سادگی بھی قابل ذکر ہے جن کے خیال میں یہ کتابیں انبیاء بنی اسرائیل ہی کی ہیں البتہ ان کے علماء ہر دور میں تحریف لفظی یا معنوی کے مرتکب ہوتے رہے۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ ان کتابوں کا کلام الہی سے کوئی تعلق نہیں جن معنوں میں مسلمانوں کے ہاں کلام الہی مراد ہوتا ہے یہ صرف انسانوں کی لکھی ہوئی کتابیں ہیں۔

چنانچہ سر سید احمد خان اسی امر کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

"یہودی اور عیسائی دونوں اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ انبیاء بنی اسرائیل پر سوائے عشرہ موسی کے جو وحی آئی تھی اس کے لفظ وہی نہیں ہیں جو توریت' زبور و صحف انبیاء میں لکھے ہوئے ہیں بلکہ انبیاء کو صرف مطلب القاء ہوتا تھا' پھر وہ اس کو اپنی زبان و محاورہ میں بیان کرتے تھے' اناجیل اربعہ جواب معتمد اور قابل سند عیسائیوں میں تسلیم ہوتی ہیں ان کے الفاظ تو وہ ہیں ہی نہیں جو حضرت عیسی علیہ السلام کی زبان مبارک سے نکلے تھے کیونکہ حضرت عیسی علیہ السلام کی عبرانی زبان تھی اور اناجیل یونانی میں تحریر ہوئی ہیں"(۷)

علامہ ذہبیؒ کے نقل کردہ واقعہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ کعب احبار کے پاس صرف ایک مستند نسخہ تھا جسے انہوں نے اپنی وفات سے قبل دریا برد کر دیا تھا' اس وقت تک کعبؓ پر یہ حقیقت بھی منکشف ہوچکی تھی کہ توریت و انجیل میں نبی امی کی آمد کی پیشین گوئی موجود تھی جسے علماء یہود و نصاری نے یا تو بدل دیا یا ہمیشہ کے لیے ضائع کر دیا۔

یہی وجہ ہے کہ اگر اب انجیل برناباس کا مطالعہ کیا جائے تو موجودہ چار اناجیل کے برعکس اس کے بہت سے حقائق اسلامی تعلیمات سے میل کھاتے ہیں خصوصاً آنحضور علیہ السلام کی بعثت کی پیشین گوئی (۸) شاید اس وجہ سے پادری اس امر کا برملا اعتراف کرتے ہیں کہ یہ انجیل کسی مسلمان سکالر کی تصنیف ہے بعد میں اسے برناباس کے نام سے مشہور کر دیا گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ اسے برناباس حواری (جو حضرت عیسی علیہ السلام کی حیات طیبہ کے چشم دید گواہ ہیں) نے ہی تحریر کیا تھا جب موجودہ چار اناجیل کو مستند سمجھ کر شرف قبولیت سے نوازا گیا تو انجیل برناباس کو نظر انداز کر دیا گیا' یہ ایک پوپ کے کتب خانہ میں محفوظ رہی۔ انیسویں صدی کے آغاز میں اسے کسی طرح دنیا کے سامنے آنے کا موقعہ ملا۔ اسی وجہ سے اناجیل اربعہ کے مقابلہ میں اس میں تحریف کم ہوئی اس میں اسم محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم بارہا نظر آتا ہے' حالانکہ یہ انجیل بھی پورے طور پر اسلامی تعلیمات کی مؤید نہیں۔

ہماری تحقیق کے مطابق اگر درج ذیل دو آیات قرآنیہ کے مطالعہ کے بعد ان دو مخطوط جن کا ترجمہ مقالہ کے آغاز میں دیا گیا ہے کا جائزہ لیا جائے تو قرآن مجید کی حقانیت مزید واضح ہوتی ہے

ا - الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ والانجیل ۷ : ۱۵۷

۲ - ان ھذا لفی الصحف الاولی صحف ابراھیم و موسی ۸۷ :۱۹ ـ ۱۸

پہلی آیت کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ نبی امی علیہ السلام کی بعثت کا ذکر توریت و انجیل دونوں میں موجود ہے جب کہ دور حاضر کی بائیبل (بشمول عہد نامہ قدیم و جدید) آپ کا نام نامی واضح طور پر کہیں نہیں ملتا۔ کچھ اشاراتی زبان میں بعض فقرے ملتے ہیں لیکن جس طرح آیت قرآنیہ علی الاعلان پکا رہی ہے ویسا ان کتابوں میں نہیں۔ اگر کعب احبار کی روایت کردہ دس آیات جواب بھی قرآن مجید میں موجود ہیں' اگر یہی آیات یا ان کے تراجم توریت و انجیل میں موجود ہوتے تو علماء یہود و نصاری کے لیے راہ فرار کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ اس لیے انہوں نے کمال ہوشیاری سے آپ کی بعثت کے وقت یا اس سے کچھ عرصہ قبل اپنی کتب مقدسہ سے غائب کر دیا۔

دوسری مذکورہ آیت اس امر پر روشنی ڈال رہی ہے کہ قرآن مجید کے مضامین نئے نہیں انبیاء سابقین کے صحیفوں میں بھی یہی کچھ پیش کیا گیا۔ اس آیت میں سیدنا ابراہیم و سیدنا موسیٰ علیہم السلام کا خصوصی طور پر تذکرہ کیا گیا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر توریت کا نزول ناقابل انکار حقیقت ہے گویا قرآن مجید یہ اعلان کر رہا ہے کہ نبی امی علیہ السلام کا ذکر صرف قرآن مجید میں ہی نہیں بلکہ توریت میں بھی موجود ہے' پادری بلحیاء کی بیان کردہ دس آیات اسلام کی حقانیت اور محمد علیہ السلام کی بعثت مقدسہ کی واضح دلیل ہیں جہاں انکار کی ایک فی صد گنجائش نہیں۔

ہمارے علماء مفسرین اور مورخین نے اس سلسلہ میں زیادہ گیرائی دگہرائی سے کام نہ لیا' اس لیے اپنے دور میں موجود کتب مقدسہ کو (صحیح یا محرف) اپنی درایت و فہم کے مطابق تفاسیر و سیرت کی کتابوں میں نقل کر ڈالا جس سے یہودی و عیسائی علماء کو یہ کہنا پڑا کہ ایک طرف علماء اسلام ہماری کتب مقدسہ کو محرف کہتے ہیں پھر اپنے مقصد کے لیے اس سے استدلال بھی کرتے ہیں۔ اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہماری کتب مقدسہ مستند ہیں لیکن صرف قرآن و اسلام کی حقانیت و برتری ثابت کرنے کے لیے انہیں محرف کہا جاتا ہے۔

سورہ اعراف کی آیت ۱۵۷ کے تحت مفسرین کرام نے دو اقتباسات علماء یہود سے نقل کیے ہیں ان میں ایک کعب احبار اور دوسرا عبداللہ بن سلام سے روایت کردہ ہے۔

"عطاء بن یسار کا بیان ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا' مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے وہ اوصاف بتلایئے جن کا ذکر توریت میں آیا ہے۔ فرمایا اچھا' خدا کی قسم رسول کی جو صفات قرآن مجید میں بیان کی گئی ہیں ان کا کچھ حصہ توریت میں بھی ذکر کیا گیا ہے۔

"اے نبی ہم نے تجھ کو حق و باطل کی شہادت (نیکوں کو جنت) کی خوشخبری دینے والا (نافرمان کافروں کو) دوزخ سے ڈرانے والا' اور امیوں (عربوں) کا محافظ بنا کر بھیجا ہے تو میرا بندہ ہے میرا رسول ہے' میں نے تیرا نام متوکل رکھا ہے جو بدخو' درشت مزاج نہ ہوگا' بازاروں میں پکارتا' غل مچاتا نہ پھرے گا' برائی کو برائی سے دور نہ کرے گا بلکہ عفو و مغفرت سے کام لے گا ہم اس کی روح اس وقت تک قبض نہ کریں گے جب تک اس کے ذریعہ سے ٹیڑھی امت کو سیدھا نہ کر دیں۔ ہم اس کے ذریعہ سے اندھی آنکھوں کو' بہرے کانوں کو اور بند دلوں کو کھول دیں گے" (۹) دارمی نے حضرت عبداللہ بن سلام سے یہی روایت بعینہ نقل کی ہے۔

۲ ـ حضرت کعب احبارؒ نے توریت سے نقل کرتے ہوئے فرمایا :ـ

ہم توریت میں لکھا ہوا پاتے ہیں کہ محمد رسول اللہ میرا منتخب بندہ ہوگا' درشت خو بدمزاج نہ ہوگا' بازاروں میں شور و غل نہ کرے گا' برائی کا برائی سے بدلہ نہ دے گا بلکہ معاف کر دے گا اس کی پیدائش مکہ میں' ہجرت طیبہ میں اور حکومت شام میں ہوگی اس کی امت بکثرت حمد کرنے والی ہوگی دکھ سکھ ہر حال میں اللہ کی حمد کرے گی فرودگاہ میں حمد کرے گی اور ہر ٹیلہ پر تکبیر کہے گی وہ لوگ سورج کے طلوع و غروب (اتار چڑھاؤ) کو تکتے رہیں گے جب نماز کا وقت آئے گا تو نمازیں پڑھیں گے وہ وضو کے لیے ہاتھ پاؤں دھوئیں گے ان کا موذن خلاء ساوی میں یعنی منارہ پر چڑھ کر اذان دے گا' ان کے میدان قتال کی صف بندی اور نماز کی صف بندی ایک طرح کی ہوگی رات میں ان کی (نمازوں کی) گونج ایسی ہوگی جیسی شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ" (۱۰)

مذکورہ بالا دونوں اقتباسات کے مطالعہ کے بعد ان کے مندرجہ مضامین کا بنظر غائر جائزہ لیا جائے تو اس امر کا شدت سے احساس ہوتا ہے کہ یہ قرآن و سنت کی تعلیمات سے کس قدر قریب ہیں۔ ان حوالہ جات کی روشنی میں ہم علماء یہود و نصاری سے یہ پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ آخر ایسی عبارات دور حاضر کی کتب مقدسہ میں کہاں ہیں ؟ اس کا یقینی جواب یہی ہے کہ ایسی عبارات اسلام کی آمد سے قبل یا فوراً بعد ضائع کر دی گئیں ـــــ

چنانچہ ڈاکٹر محمد حمیداللہ نے اپنی ایک نجی محفل میں اس امر کی طرف اشارہ کیا تھا کہ اگر کتب احادیث و سیرت میں مذکور عبارت جو توریت و انجیل کے حوالہ سے موجود ہیں' انہیں یکجا کر دیا جائے تو یہ ایک قابل قدر علمی کام ہوگا۔ یہ حوالہ جات موجودہ بائبل میں موجود نہیں

آخر میں ہم اپنے موقف کی تائید میں دو یہودی نو مسلم سکالرز (ان کا تعلق بالترتیب چھٹی اور آٹھویں صدی ہجری سے ہے) کی تحقیقات بطور استشہاد پیش کر رہے ہیں' یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ ان دو رسائل کے مخطوط پاک و ہند میں اب تک شائع نہیں ہوئے۔ یہ سب سے پہلے امریکہ سے شائع ہوئے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

۱ ـ سموئل بن عادیا المغربی آپ چھٹی صدی ہجری کے نو مسلم یہودی عالم ہیں' آپ نے اپنی تصنیف "افحام الیھود" میں اپنے اسلام قبول کرنے کی کہانی تفصیل سے بیان کی ہے' آپ نے توریت کی حقانیت و اصلیت کے بارہ میں جو ریمارکس دئے ہیں وہ ان کی وسعت علمی اور حق گوئی کا اعلی نمونہ ہیں۔ وہ درج ذیل ہیں۔

۱ - توریت کا نسخہ جو آج یہودیوں کے ہاں مروج ہے علماء یہود و احبار یہ تسلیم ہی نہیں کرتے کہ یہ نسخہ موسی علیہ السلام پر نازل ہوا تھا کیونکہ موسی علیہ السلام نے اصل نسخہ بنو اسرائیل سے چھپا رکھا تھا۔ اس طرح اصلی نسخہ عام یہود میں مروج نہ ہوسکا' حضرت موسی علیہ السلام نے مرنے سے پہلے اس ذاتی نسخہ کو اپنی اولاد (لیوی) کے ہاں سپرد کر دیا تھا"۔ (۱۱)

۲ - توریت میں یہ الفاظ خداوند تعالے کی طرف منسوب ہیں :-

" ولا تنسی من افواہ الاولادھم "

یعنی توریت کے (چند مخصوص حصے) ان کے حافظہ سے محو نہ ہوسکیں گے جس سے یہ معلوم ہوا کہ توریت کے بقیہ حصے انہیں بھول جائیں گے' اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ موسی علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو توریت کے ایک حصہ کے علاوہ کچھ نہ دیا تھا توریت کا بقیہ حصہ انہوں نے ہارون علیہ السلام کی اولاد کے حوالہ کر دیا تھا اور اسے بنی اسرائیل کی نظروں سے اوجھل رکھا۔ ہارون علیہ السلام کی نسل میں سے اکثر امام' علماء جو توریت کے عالم و حافظ تھے بخت نصر (بابل کا مشہور بادشاہ) کے ہاتھوں ایک ہی بار قتل ہوچکے۔

۳ - توریت جو آج یہود کے ہاں موجود ہے اسے عزرا (نبی) کی کتاب کہنا زیادہ مناسب ہے 'یہ کتاب اللہ کہلانے کی مستحق نہیں ہے۔ (۱۳)

جس شخص نے بھی موجودہ توریت کو مرتب کیا وہ صفات الٰہی سے پوری طرح ناواقف ہے یہی وجہ ہے کہ اس نے صفات الٰہی بیان کرتے وقت تجسیم و ندامت جیسی انسانی صفات کا ذکر بھی کر دیا۔ جب کہ ذات باری تعالی ایسی صفات سے منزہ ہیں۔ (۱۴)

سموئل بن عادیا المغربی جو یہود کے بڑے علماء میں شمار ہوتے تھے قرآن مجید کے مطالعہ کے بعد ان پر یہ حقیقت آشکارا ہوئی کہ یہ توریت کلام الٰہی نہیں البتہ اسے کسی نبی کا کلام تسلیم کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ———————

۲ - سعید بن حسن الاسکندرانی ہیں آپ بھی شروع میں یہودی عالم تھے' اپنے مختصر رسالہ میں قبول اسلام کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا کہ میں نے ۶۹۷ ھ میں اسلام قبول کیا' قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت سے متاثر ہو کر انہیں یہ اعتراف کرنا پڑا:

"جب میں نے رمضان المبارک میں قرآن مجید سنا تو اس کی فصاحت و بلاغت میں معجزانہ انداز جھلکتا نظر آیا' مثلاً" وہ قصہ جو توریت میں دو صفحات میں بیان کیا گیا ہے قرآن مجید اسے ایک آیت یا دو آیات میں سمو دیتا ہے' اسی انداز کو معجزانہ کلام کہتے ہیں' کہ کوئی انسان اس جیسی ایک آیت بھی پیش نہ کرسکے۔ (۱۵)

سعید بن حسن الاسکندرانی نے توریت کے اقتباسات کی روشنی میں یہ ثابت کیا ہے کہ موجودہ توریت محرف ہے اصل توریت میں فلاں فلاں چیزیں موجود تھیں لیکن اب نہیں ملتیں' آپ نے آنحضور علیہ السلام کی نبوت و بعثت کو اپنے دور میں موجود توریت کے اقتباسات سے ثابت کیا ہے ـــــ یہاں یہ امر پھر ہمارے لیے حیران کن ہے کہ سعید بن حسن کے پیش کردہ بہت سے اقتباسات دور جدید کی توریت سے غائب ہیں۔

آپ نے اپنے رسالہ کے آغاز میں آنحضور علیہ السلام کی بعثت کو توریت سے ثابت کرنے کے لیے پہلی دلیل یہ دی :۔

(الف) "توریت کے پہلے سفر میں لکھا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے سامنے آدم علیہ السلام کا قصہ بیان کیا گیا اور انہیں یہ بتلایا گیا کہ آدم علیہ السلام جنت میں عربی زبان بولتے تھے' جونہی آپ دنیاوی زندگی میں آئے تو عربی زبان بھول گئے۔ اور سریانی زبان بولنے لگے' جس کا آپ کو بہت غم ہوا اس پر اللہ تعالےٰ نے انہیں بذریعہ وحی یہ بتلایا:۔

"اے آدم علیہ السلام آپ غم زدہ نہ ہوں' یہ اہل جنت کی زبان ہوگی' اور آپ کی اولاد میں سے ایک ایسا فرد پیدا ہوگا جو یہ زبان بولے گا' اور اس کے بولنے والے جنتی ہوں گے۔ (۱۶)

سعید بن الحسن نے اس اقتباس سے آنحضور علیہ السلام کی نبوت ثابت کی کہ عربوں میں سوائے محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے کسی نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تھا ـــــ جب کہ آج بعینہ یا اس سے ملتا جلتا کوئی واقعہ بائبل میں موجود نہیں۔

(ب) سعید بن حسن الاسکندرانی نے توریت میں مسخ (یعنی کسی حصہ کو ضائع کر دینا' بگاڑ دینا) کے ثبوت کے لیے یہ واقعہ درج کیا ہے ؟

توریت کے پہلے سفر میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا قصہ موجود ہے جب ان کی وفات کا وقت قریب آنے لگا تو انہوں نے اپنی اولاد کو اکٹھا کیا اور انہیں کہا :۔

"میرے پاس آؤ آج میں تمہیں وہ کچھ بتانے جا رہا ہوں جو آخری دور (قیامت) میں برپا ہوگا" جب وہ سب اکٹھے ہو چکے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا :۔

"تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے" ؟

"ان سب نے جواب دیا "ہم آپ کے معبود اور آپ کے گذشتہ آباء یعنی حضرت ابراھیم' اسماعیل اسحاق علیھم السلام کے معبود یعنی ایک خدا کی عبادت کریں گے"

الاسکندرانی کے بقول توریت میں ایسا کوئی واقعہ نہیں ملتا' کہ اولاد یعقوب علیہ السلام نے اپنے والد

سے کسی قسم کا وعدہ کیا تھا توریت میں صرف اتنا لکھا ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے انہیں بلایا اور بعد میں ان کی وفات ہوگئی ——— اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بالکل اسی طرح یہود نے آنحضور علیہ السلام کا اسم گرامی بھی توریت سے محو کر دیا۔ (۱۷)

الاسکندرانی کا یہ قیاس بالکل درست ہے اور قرآن مجید میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی وصیت اور ان کی اولاد کا وعدہ تفصیلاً" مذکور ہے۔ (ملاحظہ ہو (۲ : ۱۳۳)

چونکہ اس میں سیدنا اسماعیل علیہ السلام کا نام موجود ہے' اگر اسماعیل کا نام اسی طرح باقی رہے تو آنحضور علیہ السلام کا ان کی نسل سے ہونا متفق علیہ ہے۔ اس طرح آپ کی نبوت کا ماننا یہود کے لیے ناقابل تسلیم ہے۔

(ج) سعید بن الحسن الاسکندرانی کے خیال میں آنحضور علیہ السلام کی نبوت اور آپ کی رسالت کی عالمگیریت پر توریت میں ایک واضح ریفرنس ہے اور انہی الفاظ پر توریت ختم ہو جاتی ہے۔

الاسکندرانی نے حسب عادت وہ عبارت پہلے عبرانی میں اور بعد میں عربی زبان میں پیش کی ہے جس کا ترجمہ کچھ یوں ہے :۔

"خدا تعالے سینا کی پہاڑی سے آیا' سعیر سے جھانکا اور فاران کی پہاڑیوں سے اعلان کیا اور کئی ہزار قدوسیوں سے ظاہر ہوا' اس کے دائیں طرف روشنی اور بائیں طرف آگ ہوگی۔ اس شخصیت کے حوالہ سے اقوام عالم مل بیٹھیں گی اور تمام قبائل شیروشکر ہو جائیں گے"۔

الاسکندرانی کے خیال میں عبرانی لغت دان اس پر متفق ہیں کہ فاران کی پہاڑیوں سے مراد مکہ کی پہاڑیاں ہیں' اور قدوسیوں سے بیت الحرام یعنی مکہ کے باشندے مراد ہیں۔ الاسکندرانی نے مزید لکھا ہے فاران کی پہاڑیوں میں سے سوائے محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اتنی بڑی شخصیت نہیں آئی (۱۸) ——— یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ مذکورہ بالا اقتباس توریت کے موجودہ نسخوں میں اس کے آخری حصہ میں نہیں۔ اس کے علاوہ اس کے آخری دو فقرے بھی غائب ہیں۔ انگریزی بائبل کے الفاظ ملاحظہ ہو۔

The Lord came from Sinai, and dawned from sa'ir upon us, he shown faith from Mount Paran, he came from the ten thousands of holy ones, with flaming fire at his right hand." (Deuter 33:2)

اور جو الفاظ موجود نہیں وہ یہ ہیں:۔

" علیہ تجتمع الامم والیہ تجتمع الشعوب "

اس کا مفہوم یہ ہے کہ اس پیغمبر علیہ السلام کی آمد سے اقوام عالم اکٹھی ہوں گی اور تمام قبائل یکجا

ہو جائیں گے۔ چنانچہ تاریخ میں ایسا ہوا کہ عرب و عجم جو آپس میں باہمی دشمن تھے اسلام کی بدولت بھائی بھائی بنے۔ یہ الفاظ موجودہ بائبل سے حذف کر دیئے گئے ہیں۔

الاسکندرانی نے مذکورہ اقتباس دوسری جگہ لکھ کر اس کی تشریح یہ کی :۔

" شارحین توریت نے اس عبارت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس جگہ آگ سے مراد محمد علیہ السلام کی تلوار ہے اور نور سے آپ کی لائی ہوئی شریعت ہے"۔ (۱۹)

۴ ۔ الاسکندرانی نے توریت کے مطالعہ کے بعد انجیل کا بھی مطالعہ کیا' آپ نے آنحضور علیہ السلام کی پیشین گوئی کے سلسلے میں اسے بارہا پڑھا لیکن انہیں آنحضور علیہ السلام کا نام نامی نہ مل سکا۔ (ان کے بقول) جس طرح آپ کا اسم گرامی توریت اور انبیاء کے صحائف میں موجود تھا (بعد میں اسے حذف کر دیا گیا) بالکل اسی طرح عیسائی علماء نے وہ انجیل جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام لائے ہوں گے۔ اس میں تبدیلی کر ڈالی ہوگی۔

اس سے یہ واضح ہوا کہ موجودہ توریت و انجیل کسی طرح بھی وہ توریت و انجیل نہیں جو حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام پر نازل ہوئی تھیں۔

مقالہ کے آخری حصہ میں ہم سابقہ صدی کے عظیم مصلح و مفکر ------ جن کی ملی خدمت کا اعتراف نہ کرنا صریحاً" زیادتی ہے کی بائبل کے بارہ میں رائے پیش کرتے ہیں ضروری نہیں کہ ان کی ذاتی رائے سے ہر ایک کو اتفاق ہو' ہماری مراد سر سید احمد خان م ۱۸۹۸ء سے ہے آپ اپنے دور کے سیاسی حالات کے پیش نظر مغربی اقوام سے ٹکر نہ لینا چاہتے تھے۔ اس لیے انہوں نے بائبل وغیرہ کو محرف تسلیم نہیں کیا۔ آپ شاید عالم اسلام کے واحد مسلم سکالر ہیں جنہوں نے بائبل کی شرح اردو زبان میں لکھی' آپ اپنے خطبات میں لکھتے ہیں:۔

"قرآن مجید میں جو تحریف کا الزام یہودیوں عیسائیوں پر خدا نے لگایا ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ انہوں نے جان بوجھ کر قصداً" توریت و انجیل کے لفظوں کو بدل دیا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ لفظوں کے معنی پھیر دیئے ہیں" آپ مزید لکھتے ہیں :۔

"قلمی نسخوں میں کاتبوں کی سہو اور غلطی سے بہت سی غلطیاں پڑگئی ہیں" (۲۰)

ہمارے خیال میں سر سید احمد خان کی یہ کوشش کہ کسی طرح علماء یہود و نصاری کو تحریف سے مبرا قرار دیا جائے' صرف اس لیے تھا کہ وہ ذہنی طور پر یورپی اقوام سے مرعوب تھے ان کے لیے وہ اپنے دل میں نرم گوشہ رکھتے تھے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح عبدالحق حقانی نے بحوالہ مسٹر الپس نقل کیا ہے :۔

"عہد جدید کے نسخے کا مقابلہ قدیم نسخوں سے کیا گیا تو تیس ہزار اختلاف پائے گئے ڈاکٹر گریسباخ نے زیادہ نسخوں کا مقابلہ کیا تو ڈیڑھ لاکھ اختلاف ملے اور انسائیکلو پیڈیا بریٹنکا میں ایسے مقامات دس لاکھ سے زیادہ ہیں" (۲۱) اسی طرح مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے اپنے مدمقابل پادری فنڈر سے مناظرہ میں یہ تسلیم کرالیا تھا کہ موجودہ بائبل میں بے شمار اختلاف ہیں کیا ان شہادتوں کے بعد سر سید کے اس دعوی میں کوئی صداقت باقی رہتی ہے کہ یہ صرف کاتب کی سہو تھی۔ کاتب کی سہو معدودے چند کو تسلیم کی جاسکتی ہے ہزراوں سے بڑھ کر لاکھوں تک کی تعداد کو سہو کہنا کہاں کا انصاف ہے۔ انہی خطبات میں سر سید نے ہمارے موقف کی تائید کرتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے :۔

"یہودیوں کے جو بڑے دو مدرسے تھے تو جو کتابیں مشرقی مدرسہ میں مروج تھیں ان میں اور مغربی مدرسہ کی کتابوں میں انتہائی اختلاف تھا۔ یہ نسخے آپ میں اس قدر مختلف تھے ہرگز یہ خیال نہیں ہو سکتا تھا کہ یہ سب ایک ہی اصل کتاب کے ترجمے ہیں" (۲۱)

اس کے ساتھ ساتھ سر سید احمد خان نے انجیل میں بشارت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت پادری گاڈ فری ہنس کے جو اقتباسات نقل کیے ہیں وہ بھی ہمارے موقف کی تائید کرتے ہیں۔

" عیسائی اس بات سے انکار نہیں کرسکتے کہ ان کی کتب موجودہ میں بہت سی تحریفیں یا اختلاف قرات ہیں اور مسلمان یہ بھی کہتے ہیں کہ اس عبارت کو چھپانے کے لیے تمام قلمی نسخے غارت کر دیئے گئے۔ قلمی نسخوں کے غارت ہو جانے کا انکار نہیں ہوسکتا' یہ وہ بات ہے جس کی نسبت جواب با صواب دینا مشکل ہے۔ اور قدیمی نسخوں کی نسبت تو یہ ہے کہ چھٹی صدی قبل کا کوئی قلمی نسخہ موجود نہیں ہے۔ (۲۳)

اسی طرح پادری گاڈفری ہنس نے یہ بھی اعتراف کیا ہے :

"پس مسلمان ضرور باصرار عیسائیوں سے کہیں گے کہ اس غلط ترجمہ کے چھپانے کے لیے کل قلمی نسخ غارت کر دیئے یا ان میں جھوٹ ملا دیا گیا اور اگر ایسا نہ تھا تو وہ غارت کیوں کر دیئے گئے عیسائیوں کو اس کا جواب با صواب دینے میں بہت کچھ دقت ہوگی کیونکہ قلمی نسخوں کے غارت ہونے سے انکار نہیں ہو سکتا اس لیے کہ وہ موجودہ نہیں"

خلاصہ

خلاصہ یہ کہ موجودہ بائبل کسی لحاظ سے کلام الہی نہیں، اصل نسخوں کے ضائع ہو جانے یا ترجمہ در ترجمہ کر دینے سے اب یہ حقیقت سے دور جا چکے ہیں- قرآن مجید کا یہ اشارہ شاید اس طرف ہے-

"فویل للذین یکتبون الکتب با یدیھم ثمہ یقولون ھذا من عنداللہ فویل لھم مما کتبت ایدیھم وویل لھم مما یکسبون- ۲ : ۷۹

حوالہ جات

1 - Perlmann, Moshe. A Legendry story of Ka'b al-Ahbar's conversion to Islam, Jewish social studies Publications, New York, No. 5 (1953) PP. 85-99

2- Iden, Another Ka'b al-Ahbar story, "The Jewish Quarterly Review" No. 1 Vol. XLV (1954) PP. 48-58.

۳ - ابن حجر العسقلانی، الاصابتہ فی تمیز الصحابہ، المکتبہ التجارتہ الکبری مصر ۱۹۳۹م ج ۳، ص ۲۹۹-۲۹۷

۴ - ابن سعد، الطبقات الکبری، دار صادر بیروت، ت ن، ج ۷، ص ۴۴۶-۴۴۵

۵ - شمس الدین ذہبی، سیر اعلام النبلاء، موستہ الرسالتہ بیروت دمشق ت ن، ج ۳، ص ۴۹۳

۶ - حوالہ سابق، ص ۴۹۳

۷ - سر سید احمد خان، الخطبات الاحمدیہ، نفیس اکیڈمی کراچی، ۱۹۶۴ ص ۴۲۷

۸ - آسی ضیائی (مترجم) برناباس کی انجیل، اسلامک پبلیکشنز، لاہور، ۱۹۷۴

اس سلسلہ میں برناباس کے درج ذیل ابواب ملاحظہ ہوں، ۱۷، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۷۶، ۸۳، ۹۶، ۹۷، ۱۱۳، اور ۱۲۴

۹ - خازن، علاؤالدین علی بن محمد، تفسیر خازن، مطبعہ تقدم العلمیتہ مصر، ت ن، البغوی، محمد الحسین، الفراء، معالم التنزیل برحاشیہ خازن، ج ۲، ص ۲۴۴

القرطبی، ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری، الجامع لاحکام القرآن، مکتبہ غزالی دمشق ت ن، ج ۴، ص ۲۹۹

۱۰ - حوالہ سابق، خازن، ج ۲، ص ۲۴۴، القرطبی، ج ۴، ص ۲۹۹
۱۱ - سمؤل بن عادیا المغربی، افحام الیہود، (تحقیق موسی برلیمان) المجمع الامریکی الیھودیتہ نیو یورک ۱۹۶۴، ص ۴۹
۱۲ - حوالہ سابق، ص ۵۱ - ۵۰
۱۳ - حوالہ سابق ص ۵۱
۱۴ - حوالہ سابق ص ۵۱
۱۵ - الاسکندرانی، سعید بن الحسن، کتاب مسالک النظر فی نبوۃ سید البشر (تحقیق

(S.A. Westonin' in Journal of the American Oriental Socieity, U.S.A.
Vol. 24 (1903), P. 355

۱۶ - حوالہ سابق ص ۳۲۳
۱۷ - حوالہ سابق ص ۲۲۶
۱۸ - حوالہ سابق ص ۳۲۸
۱۹ - حوالہ سابق ص ۳۴۴
۲۰ - سر سید احمد خان، الخطبات، نفیس اکیڈمی کراچی ۱۹۶۴، ص ۴۱۵
۲۱ - عبدالحق حقانی، مقدمہ تفسیر حقانی، محمد سعید اینڈ سنز کراچی ت ن، ص ۶۱۰
۲۲ - سر سید احمد خان، الخطبات الاحمدیہ، ص ۴۱۴
۲۳ - حوالہ سابق، ص ۴۵۳
۲۴ - حوالہ سابق ص ۴۵۴

عہد جاہلیت میں اللغۃ الفصحیٰ اور طہ حسین کے اعتراضات

☆ ڈاکٹر سلیم طارق خاں

عربی زبان' السنہ سامیہ میں سے ایک اہم زبان ہے جس کی تاریخ ہزاروں برس پر پھیلی ہوئی ہے لسانیاتی علوم میں جوں جوں تحقیق کے میدان وسیع ہو رہے ہیں اس زبان کے بارے میں بھی نئے نئے تاریخی حقائق سامنے آ رہے ہیں۔ اگرچہ نئی تحقیقات کے نتیجے میں دور جدید کے ماہرین لسانیات میں مختلف نقطہ ہائے نظر کا تصادم سامنے آ رہا ہے تاہم اس سے تحقیقات کی نئی جہتوں کی نشاندہی بھی ہو رہی ہے۔

صدیوں کے ثقافتی عمل کے سبب اسلام سے پہلے ہی عربی زبان نے ایک ایسی مستحکم زبان کی حیثیت اختیار کرلی تھی کہ قرآن پاک جیسی عظیم ادبی لطافتوں کی حامل کتاب کی امین بن سکی' اس زبان نے انسانی ضمیرو خمیر کے اس قدر قریب پرورش پائی کہ نہایت لطیف ترین احساسات' خیالات اور نظریات اس کی آغوش میں سمٹ آئے اگرچہ قبل اسلام عربی زبان میں قبیلوں' خطوں اور علاقوں کے جغرافیائی اور تمدنی خصائص کی وجہ سے مختلف لہجات نے فروغ پالیا تھا تاہم ان کے بعض ثقافتی عوامل مثلاً" مواسم حج' اسواق العرب' ایام العرب' تجارتی و تمدنی اسفار' کے ساتھ ساتھ عراق و شام کے درباروں میں مختلف قبائل کے شعراء کی پذیرائی کے سبب ایک ایسی مشترک زبان وجود میں آچکی تھی جو کہ "اللغۃ الفصحیٰ" کے نام سے پکاری جاتی تھی۔ اور جس نے اپنے اطراف و جوانب کے مختلف عربی لہجات کو اپنے اندر سمو لیا تھا اور اس طرح تمام لہجات کی نمائندگی کی اہل ہو چکی تھی۔ قرآن پاک کے نزول کے وقت عربوں کے باہمی قبائلی تعصبات' معاشرے میں انارکی اور افتراق کی موجودگی کے سبب نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے انہیں فوری طور پر ایک ہی لہجہ کے تابع کرنے کی بجائے سبع احرف یعنی سبعہ لہجات میں قرآن پاک کی قرات کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔(۱) تاہم معاشرے میں اشتراک فکر و عمل پیدا ہو جانے کے بعد سب اہل عرب کو ایک قریشی لہجہ پر جمع کرنا ممکن ہوگیا۔

دور جدید کے معروف عرب نقاد ڈاکٹر طہ حسین کا نقطہ نظران تاریخی حقائق کو یکسر مسترد کر دیتا ہے' اپنی مشہور کتاب "فی الادب الجاہلی" میں انہوں نے اس بارے میں اپنے خیالات کو بالتفصیل پیش کیا ہے' عہد جاہلیت کی عربی زبان کے ادبی ذخائر پر اپنے نقطہ نظر کو پیش کرتے ہوئے وہ اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ عہد جاہلیت میں کوئی مرکزی عربی زبان موجود نہ تھی اور تمام قبائل کے اپنے اپنے لہجات تھے اور قبائلی تعصبات کے سبب ان کے لیے کسی دوسرے

☆ اسسٹنٹ پروفیسر' شعبہ عربی' اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور